ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. Apr-Jun 2025.Page#.1563-1575
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
https://doi.org/10.55966/assaj.2025.3.2.029
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A Research Review of Muslim Society and Its Origins and Evolution

مسلم معاشرہ اوراس کے آغازوارتقاء کا تحقیقی جائزہ

Mr.Muhammad Iftikhar Ahmad
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College Of Business Studies, Lahore.
iftikharpunjabpolice@gmail.com
Dr. Muhammad Imtiaz Hussain
Assistant professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract

In the Arabic dictionary, the word "society" is derived from "ashra" and "mashalat", which means to live together. Society is a human unit or a collection of individuals whose needs for life cannot be fulfilled without interconnected and stable social ties. A literal definition of society does not necessarily mean that the members of the society belong to the same race, caste, or religion. Whenever we talk about the history of a society associated with a particular group or religion, we usually associate it with a particular society, such as Muslim society, non-Muslim society, Madani society, Arab society, etc. Muslim society provides us with an unparalleled and welfare-oriented society in which the basic common needs of society are bound by brotherhood and the welfare of the people to improve the ideology of life. Society is the collective life of a large number of human beings in which each individual has to interact with others for their survival, development, achievement of goals, welfare and survival. In this environment from which no individual or human being is exempt, called society, each individual is a part and parcel of the group, community or society in his or her own place. An individual has to depend on other people, that is, society, for his or her needs of life. Society is formed by nature. Society is not created for a limited and specific purpose for a particular group, but is built on the interactions, mixing, and relationships of people living in remote areas of the world.

Keyword: *Society, meaning and connotation, scope, types, Muslim society, beginnings and evolution.*

معاشرہ ایک انسانی اکائی یا افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن کی ضروریات زندگی کی تکمیل ایک دوسرے سے مربوط اور مستحکم سماجی روابط کے بغیر ممکن نہ ہو۔ معاشرہ کی لفظی وضاحت کرنے سے یہ ضروری نہیں کہ معاشرے کے افراد کا تعلق ایک ہی نسل، ذات یا مسلک سے ہو گا۔ جب بھی ہم کسی خاص جماعت یا مذھب سے جڑے ہوئے معاشرے کی تاریخ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو عموما ہم معاشرے کے ساتھ اضافت کی نسبت دی جاتی ہے مثلا مسلم معاشرہ، غیر مسلم معاشرہ، مدنی معاشرہ، عربی معاشرہ وغیرہ۔ اسلام ہمیں ایک بے مثال اور فلاحی معاشرہ فراہم کرتا ہے جس میں معاشرے کی بنیادی مشترکہ حاجات زندگی کے نظریے کو بہتر بنانے کے لیے بھائی چارہ اور لوگوں کی فلاح و بہبود کی قید لگاتا ہے۔ معاشرہ کیا ہے؟ اسکا لغوی و اصلاحی مفہوم کیا ہے اس فصل میں تحقیقی انداز میں جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

معاشرہ کا لغوی مفہوم

معاشرہ کے بارے میں اس کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے ابوالفضل عبدالحفیظ لکھتے ہیں:

”عربی لغت میں "معاشرہ" کا لفظ "عاشرہ" اور معاشرۃُ سے ماخوذ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر رہنا ہے۔“[1]

مزید لکھتے ہیں:

[1] بلیاوی، عبدالحفیظ، ابولفضل، مصباح اللغات، مادہ: ع ش ر، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور، ص 782

”باب مفاعلہ کی خاصیات میں ایک اور سب سے مقدم "اشتراک" ہے۔“[2]

بلیاوی کی اس عبارت میں اشتراک سے مراد یہ ہے کہ باب مفاعلہ ایسی سرگرمی کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے جو دو افراد یا دو قوتوں میں مشترک ہو یا مشترکہ طور پر انجام دی گئی ہو۔ مثلاً "عون" مصدر بمعنی مدد سے "عاون یعاون معاونۃ" کا معنی ہوگا "باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا" اگر مشترکہ عمل نہ یعنی ایک دوسرے کی مدد نہ کی جائے اور یہ عمل یک طرفہ ہو تو اس میں باب مفاعلہ کی خاصیت نہیں ہوگی اور نہ ہی اس میں باب مفاعلہ کا صیغہ استعمال ہو سکے گا۔

جبکہ انگریزی لفظ سوسائٹی لاطینی زبان کے لفظ "Socious" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "باہمی شرکت، شرکت اور نسبتا مستقل رفاقت کے ہیں۔ قاموس القرآن کا منصف" قاضی زین العابدین معاشرہ کے معنی کچھ اس طرح سے بیان کرتا ہے:

معاشرہ عربی زبان کا لفظ ہے جو "معشر" سے مشتق ہے۔ معشر کے معنی ہیں گروہ، جماعت جو باہم زندگی بسر کرے اس کی جمع "معاشر" ہے۔[3]

فیروز سنز والے لکھتے ہیں:

معشر انسانوں کے جتھے یا آدمیوں کے گروہ کو بھی کہتے ہیں فیروز اللغات میں اس کا معنی اس طرح سے بیان کیا گیا ہے۔

"آدمیوں کا گروہ یا جتھا"[4]

مہذب اللغات میں معاشرہ کا معنی کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے۔

"سماج، سوسائٹی، ماحول"[5]

معاشرہ گویا ایک ایسا طرز زندگی ہے جس میں افراد مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ معاشرہ افراد میں جماعت بندی اور گروہی زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ معاشرہ کے لیے مختلف نام اور الفاظ ماحول اور زمانے کی مناسبت سے استعمال ہوتے ہیں۔ گویا کہ معاشرتی زندگی سے مراد وہ زندگی ہے جس میں مل کر رہنے کا تصور پایا جاتا ہو۔

فیروز اللغات میں اس کی تعریف اس طرح سے کی گئی ہے:

معاشرہ: صف، جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اپنی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے"[6]

تاج محمد دہلوی لغات القرآن میں اس کا معنی کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

معشر عربی لفظ ہے اور اس کا معنی ہے "جماعت کہ باہم عشرت و زندگانی کرے اس کی جمع معاشر ہے"[7]

پروفیسر غلام رسول چیمہ "اسلام کے عمرانی نظام" میں معاشرے پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

"معاشرہ کا لفظ معاشرت کے لفظ کی ایک صورت ہے جس کے معنی ہیں مل جل کر زندگی بسر کرنا۔ اصطلاح میں معاشرے سے مراد ہے ایک ہی طرح کے اوصاف کے حامل یکساں نظریات وعقائد رکھنے والے افراد کا مخصوص ثقافتی و معاشرتی عادات و اطوار کے مطابق زندگی بسر کرنا۔"[8]

یعنی معاشرہ کے افراد میں کچھ مشترکہ قدر ضروری ہے۔ وجہ اشتراک کے بغیر محض افراد مجمع معاشرہ نہیں کہلاتا۔

صحیح لغات القرآن میں اس لفظ کو اس طرح سے واضح کیا گیا ہے:

اما من قولھم للجماعۃ یا معشر الناس و اما من قولھم کریم المعشر والعشرۃ والمعاشرۃ والمعشر کل جماعۃ امرھم واحد واھل الرجل وعشری الی العشر اور من کان عاشر اخوتہ اور من اخذ عشر الاموال والعاشور الیوم العاشر من المحرم و من العشر والمعاشرۃ[9]

---

[2] ایضاً

[3] قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دارالاشاعت کراچی، س 1977ء، ص 530،

[4] فیروز اینڈ سنز، فیروز اللغات، فروز اینڈ سنز لاہور، ص 1989ء، ص 110

[5] مہذب لکھنوی، مہذب الغات، نیو محل منصور نگر اردو بازار لکھنو انڈیا، ص 1981ء، 12/229

[6] فیروز اینڈ سنز، فیروز اللغات، فیروز اینڈ سنز لاہور، س 1989ء، ص 1099

[7] دہلوی، تاج محمد، لغات القرآن، مکتبہ خیر کثیر کراچی، س، 1985ء، ص 293

[8] چیمہ، غلام رسول، پروفیسر، اسلام کا عمرانی نظام، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز لاہور، ہی 2012ء، ص 23

[9] انجلیزی، زخرفۃ الاسم، ص: 46

"معاشرت کے معنی ہیں رہن سہن، طرز معاشرت کا مطلب ہے معاشرے میں رہنے سہنے کے ڈھنگ، سماج کے دوسرے افراد کے ساتھ ربط وارتباط کے طریقے اور شب وروز کے مسائل حل کرنے کے اصول وضوابط ہیں۔ "[10]

معاشرہ "کا لفظ اچونکہ اردو میں افراد کے گروہ یا جماعتی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ معاشرہ سے مراد افراد کی ایسی زندگی ہے جس میں ان کو ایک دوسرے کے ساتھ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ معاشرے کا لغوی معنی دیکھیں تو اس میں مل جل کر زندگی گزارنے والے افراد کے گروہ کو معاشرے کا نام دیا گیا ہے۔ معاشرہ کا ایک معنی سماج بھی ہے جو کہ معاشرہ کے مترادفات میں شمار ہوتا ہے اس کا معنی بھی وہی ہے جو معاشرہ کا ہے۔ "علمی لغت "میں اس کا معنی کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ سماج، سوسائٹی، جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو معاملات زندگی میں دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ معاشر واجتماعی زندگی کا عکاس ہوتا ہے جس میں افراد ایک دوسرے سے مل جل کر رہتے ہیں۔ افراد کا اپنی ضروریات کے لیے ایک دوسرے پر انحصار ان کو ایک دوسرے کے قریب لا کر ان کی آپس میں شیرازہ بندی کرتا ہے۔

معاشرہ کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں معاشرہ سے مراد افراد کا ایک مخصوص گروہ ہے جو ایک خاص مقصد کے تحت اکھٹے ہوئے ہیں۔ انسان کی حفاظت بھی اسی وجہ سے ممکن ہو پاتی ہے۔ معاشرتی زندگی اور معاشرہ میں مختلف قسم کے حالات وواقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ انسانی مزاج اور طبیعت معاشرہ میں رہنے کے لیے بنی ہے۔ معاشرہ سے کٹ کر الگ تھلگ انسانی زندگی کا تصور محال ہے۔ معاشرہ میں ہی انسانی احتیاجات کی تسکین ہوتی ہے اور یہی زندگی گزارنے کا بہترین نظام ہے۔ اردو انسائیکلوپیڈیا میں معاشرہ کی وضاحت کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

"معاشر ویعنی سوسائٹی کثیر التعداد بنی نوع انسان کی جماعتی زندگی ہے جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی، حصول مقصد اور فلاح وبقا کے لیے دوسروں سے سابقہ پڑتا ہے اور جس ماحول سے کسی فرد یا بشر کو مفر نہیں معاشرہ کہلاتا ہے، اس میں ہر فرد اپنی جگہ اسی طرح گروہ، جماعت یا معاشرہ کا جز اور حصہ ہوتا ہے۔ فرد کو اپنی ضروریات زندگی کے لیے دوسرے لوگوں یعنی معاشرے سے وابستہ رہنا پڑتا ہے۔ معاشرہ قدرت کا تشکیل کردہ ہے۔ معاشرہ خاص گروہ کے لیے کسی محدود اور مخصوص مقصد کی ایجاد نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں دور دراز علاقوں میں بسنے والے لوگوں کے باہمی روابط واختلاط اور تعلقات پر استوار ہوتا ہے۔" [11]

معاشرہ کی تشکیل وتحقیق انسانی زندگی کی بقاء کے لیے ہے۔ انسانوں کی پیدائش سے ہی معاشرہ نے بھی جنم لیا ہے۔ معاشرہ میں تغیرات ہوتے ہیں۔ یہ بھی مختلف حالتوں میں سے گزرتا ہے۔ معاشرہ کی باقاعدہ عمر ہوتی ہے جس طرح انسانی زندگی میں عروج وزوال ہوتے ہیں۔ اسی طرح معاشرہ بھی ان چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ جامع انسائیکلوپیڈیا اردو میں اس کی تعریف اس طرح سے کی گئی ہے:

"یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مل جل کر زندگی گزارنا ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کا دو گروہ ہے جو کسی مشترکہ نصب العین کی خاطر وجود میں آیا ہو۔"[12]

کسی معاشرے کے افراد میں مشترکہ فکری سوچ، وحدت عمل اور ذہنی یکجہتی کا ہونا بہت ہی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس قسم کے معاشرے میں جغرافیائی جغرافیائی حدبندیوں کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔ مثلاً مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں ایک ہی معاشرہ کے رکن ہیں۔ اسی طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے معاشرے کے رکن کہلاتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں تمام شعبے خواہ ان کا تعلق سیاست سے ہو، دین سے ہو یا معاشیات سے ہو؛ قرآن وسنت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ یہاں ہر فرد کو مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ معاشرے کا نصف حصہ عورت ہے۔ اور اس کی مکمل شراکت سے ہی معاشرہ کا تصور مکمل ہوتا ہے۔

انسان فطرتا مدنی الطبع ہے اور معاشرے میں رہنا اس کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔ ایک اکیلا انسان اپنی تمام ضروریات کو اکیلا پورا نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے وہ اپنے جیسے دوسرے لوگوں کا محتاج ہے۔ انسان کی ذہنی صلاحیتوں کا درست اور ٹھیک استعمال معاشرے ہی کی بدولت ہوتا ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی نیک اور صاحب کردار ہی کیوں نہ ہو وہ معاشرے سے کٹ کر اور الگ تھلگ رہ کر وہ اپنی صلاحیت یا خوبی کو بروئے کار نہیں لا سکتا ہے۔ انسانی عظمت اور شرف معاشرہ میں رہ کر زندگی گزارنے میں ہی ہے۔ معاشرہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا یا فرار کی راہ تلاش کرنا یہ انسانی عظمت نہیں اور نہ ہی انسان کی فطرت ہے۔ انسان کو اپنے جیسے دوسرے ہم جنسوں کے ساتھ مل کر ہی زندگی گزارنا پڑتی ہے اور اس میں انسانی عظمت اور اس کی برتری کا اظہار ہے۔ وہ معاشرے مفید اور سود مند ثابت ہوتے ہیں جہاں گروہ انسانی مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ رہبانیت اور ترک دنیا انسان کے معاشرتی مزاج کے بالکل برعکس ہے۔ ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر معاشرہ کی تعریف کچھ اس طرح سے بیان کرتی ہیں:

---

[10] ندیم افضل، اسلامی وغیر اسلامی طرزِ معاشرت ایک تقابل، ص328

[11] اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز اینڈ سنز لاہور، س1968ء، ص، 1075

[12] جامع اردو انسائکلوپیڈیا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1998ء، 1582/2

"معاشرہ یا معاشرت کے لغوی معنی ہیں مل جل کر زندگی گزارنا۔ اصطلاحا معاشرہ اس اجتماع افراد کو کہتے ہیں جس کے سامنے زندگی گزارنے کے کچھ اصول اور مقاصد ہوں۔ ہر معاشرہ مخصوص عقائد و نظریات کا حامل ہوتا ہے جس کے تحت وہاں کے لوگ خانگی اور شہری تعلقات قائم کرتے ہیں۔ وہ معاشرہ جو اسلامی اصولوں پر کاربند ہو اسلامی معاشرہ کہلائے گا۔ انسان ہمیشہ مدنی الطبع رہا ہے اور اپنی فطرت میں جماعتی اور معاشرتی زندگی کا محتاج ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک معاشرے کا محتاج ہے۔"[13]

معاشرہ کے مترادفات میں انگریزی زبان میں جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے اس کو سوسائٹی کہتے ہیں۔ سوسائٹی بھی افراد کے گروہ کا ہی نام ہے جو کسی مشترک مقصد کے تحت زندگی گزارتے ہیں اور ان کی ضروریاتِ زندگی باہم ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں لفظ سوسائٹی کی وضاحت کچھ اس طرح سے کی گئی ہے۔

مسلم معاشرہ کا تعارف

مسلم معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو اسلامی اصول و ضوابط کا پابند ہوتا ہے اور اس معاشرے کے حسن و جمال کی وجہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ مسلم معاشرہ ایک ایسا مضبوط نظام معاشرہ بیان کرتا ہے جس کے سامنے تمام جدید مفکرین کی تعریفات عاجز نظر آتی ہیں۔ یہ مثالی معاشرہ ہمیں قرآن اس طرح بیان کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔[14]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔"

قرآن پاک کے اس درس سے ہمیں ایک مثالی معاشرہ کا علم ہوتا ہے اور اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مثالی معاشرہ کے برائیوں کی روک تھام کی جائے اور اچھائیوں کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے جس سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اس کے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کو برابر کے حقوق میسر ہوں یعنی ایک کمزور فرد کو ایک طاقتور فرد کی طرح برابر کے حقوق کا حاصل ہونا ضروری ہے جب ہر ایک فرد کو ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق برابر حاصل ہوں گے تب ہی برائیوں کو ختم کیا جا سکتا ہے اور اس طرح ایک مثالی معاشرہ معرض وجود میں آئے گا۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے معاشرتی نظام کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

دین کی تکمیل کے لیے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[15]

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے"

تکمیل دین کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرے کی ترقی کے تمام اصول و ضوابط بیان کیے گئے۔ جس سے ایک مکمل معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

انسانیت کو سب سے زیادہ ترقی کے مراحلے طے کرنے کی ضرورت ہے وہ اخلاقی اقدار ہیں اور اگر اخلاقی اقدار اور روحانیت کو سیکھنا ہو تو وہ اللہ کے نبی ﷺ کی ذات مبارکہ ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ »[16]

"یعنی مجھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی معاشرہ کی ترقی کے چار منازل بیان کیے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- 1۔ پہلی منزل میں انسان نے خوراک پیدا کرنا شروع کی۔
- 2۔ دوسری منزل میں جب تجرباتی اور مشاہداتی علوم نے ترقی کرنا شروع کی تو حکمت معاشیہ، حکمت منزلیہ، حکمت اکتسابیہ، حکمت تعاملیہ اور حکمت تعاونیہ جیسے علوم نے جنم لیا
- 3۔ تیسری منزل میں اجتماعی مفاد کی خاطر سیاسی نظام کا قیام عمل میں آیا۔
- 4۔ چوتھی منزل میں بین الاقوامی امن کے قیام کی خاطر ایسے نظام کو لانے کی ضرورت ہے جو مختلف وحدتوں کے درمیان نظم و ضبط قائم رکھ سکے۔

---

[13] Nigar Sajjad, Dr., Study of Civilization, , Qartas Publications Karach, S, 2007 p. 260

[14] آل عمران 110:3

[15] المائدۃ 3:5

[16] مالک بن أنس بن مالک بن عامر الأصبحي، موطا مالک، ماجاء في حسن خلق، بیروت، لبنان، 1425ھ، (الرقم الحدیث: 3357)، 5/1330

مرتضیٰ مطہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"استاد مرتضیٰ مطہری انسان کے سماجی ترقی کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔"ایک معاشرے کا ارتقائی عمل، کمال کی جانب سفر مختلف جہات میں تصورات اور مشاہدے کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر معاشرے کا سائنس، صنعت اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ہر شخص اس ترقی کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔"[17]

مسلم معاشرہ نے ایک سے ایک نئی ترجیحات جو بنی آدم کی بہت زیادہ پیش رفت ہوئی ہے اور ارتقائی منازل کو سر کیا وہ میدان علم ہے۔ بنی آدم نے ہر شعبہ علم خصوصاً علوم عقلیہ و تجربی (سائنسی)، علم الجراحت (میڈیکل) اور ٹیکنالوجی میں کافی پیش رفت کی ہے اور یہ ارتقائی عمل شبانہ روز افزوں سے افزوں تر ہوتا جارہا ہے۔ اور سب سے اہم پہلو جس میں انسانی معاشرہ کو روبہ کمال ہونا چاہیے وہ اخلاق اور انسانی اقدار ہیں۔

مسلم معاشرہ کا آغاز وارتقاء

انسانی فطرت ہے کہ یہ مدنی الطبع ہے معاشرہ میں رہنا انسان کی ضرورت بھی ہے اور مجبوری بھی۔ معاشرے کا وجود خود انسان کے ساتھ ہی وجود میں آنے کے ساتھ ہی وجود میں آگیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کے ساتھ جتنے بھی معاشرتی ادارے ہیں معاشرہ ان سب سے پرانا ادارہ ہے۔ پورے انسانی دور اور تاریخ انسانی میں جو تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں معاشرہ۔ پر بھی ان کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسان کی پیدائش سے لے کر موت کا سفر معاشرہ ہی کا مرہون منت ہے۔ معاشرے کے آغاز اور ارتقاء کے حوالے سے ہم اس کے بارے میں دو نظریات قائم کرسکتے ہیں۔ ایک نظریہ اسلام کا ہے اور دوسرا نظریہ ان لوگوں کو ہے جو اسلام کو نہیں مانتے ہیں۔ دونوں کے نظریات میں جو فرق ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

معاشرہ کے انقاء کا نظریہ

معاشرہ کی ارتقاء کا نظریہ ہے کہ اس حوالے سے ماہرین عمرانیات کا ماننا ہے یہ ہے کہ انسان کی معاشرتی زندگی کا آغاز اس کی ضرورتوں کے تحت ہوا ہے۔ انسان کو منظم انداز میں زندگی گزارنے کے لیے مختلف حاجات اور ضروریات سے واسطہ پڑتا ہے اور ان ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان معاشرتی زندگی کو منظم کرتا رہا اور اس کی تعمیر و تشکیل کرتا رہا۔ انسانی ضرورتوں نے بنی نوع انسان کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا اور یوں معاشرتی زندگی اور حسن معاشرت کے اصول طے پانا شروع ہوگے۔ ساجد رحمان "اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل" میں اس طرح سے لکھتے ہیں:

معاشرتی نظام اصولاً دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک اہل و عیال سے متعلق جسے عائلی زندگی کا نام دیا گیا اور دوسرا ان تمام افراد سے متعلق جن سے معاشی رہن سہن کا کسی نوعیت کا سابقہ پیش آتا ہو، خواہ یہ سابقہ وقتی و عارضی ہو یا دائمی و مستقل۔ انسان ایک معاشرتی وجود ہے۔ وہ پیدائش سے لے کر موت تک اپنے معاشرے سے متعلق ہوتا ہے۔ دنیا میں آتے ہی وہ اپنی آنکھ ایک خاندان میں کھولتا ہے۔ اپنی پرورش اور پرداخت کے لیے دوسرے لوگوں پر انحصار کرتا ہے۔ پھر ہوش سنبھالتے ہی اس کو ایک سوسائٹی، ایک نظام تمدن اور نظام معیشت و سیاست سے واسطہ پیش آتا ہے۔ اپنی تمام تر ضروریات زندگی کے لیے جن میں خوراک، لباس، مکان، پڑھائی، نوکری، کاروبار اور زندگی کی دیگر ضروریات شامل ہیں، وہ سماج کا سہارا بنتا ہے"[18]

اگر اپنی نوع انسان سے وہ تمام علائق حذف کر دیئے جائیں جو معاشرے کی بدولت اس کو حاصل ہوتے ہیں تو اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہتا اور اس معاشرتی زندگی اور اس کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ انسان کے اعمال، افکار اور عادات کو معاشرتی زندگی کے بغیر سمجھا نہیں جاسکتا۔ معاشرہ کی بدولت ہی انسان کی عادات و اطوار پختہ ہوتی ہیں اور اس کی بدولت ان میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔

مسلم معاشرے کے ارتقائی مراحل

معاشرہ بنی نوع انسان کی مختلف قسم کی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ معاشرہ اپنے وجود کے اعتبار سے اور انسان معاشرہ کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ معاشرہ کے ارتقاء کو مندرجہ ذیل طریقے سے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1- ضروریات زندگی کی تکمیل

2- قرابت داری

3- مذہب

---

17 مرتضیٰ مطہری، انسان کامل (اردو ترجمہ) تعلیمات اسلامی، کراچی، 2003، ص 75

18 ساجد رحمان، اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل، ص 531

4-امن وحفاظت کی ضرورت

5- تہذیب وثقافت کی ضرورت

6- آزادی

7-ثقافتی مماثلت

8-جغرافیائی عناصر

9-معاشی عناصر

10-نفسیاتی عناصر

11-ثقافتی عناصر

12-مذہبی عناصر

1-ضروریات زندگی کی تکمیل

بنیادی انسانی ضرورتوں کو اکیلا پورا کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں اور منظم معاشرتی نظام کا محتاج ہے۔ ان چیزوں کی موجودگی سے انسان جہاں اپنے لیے تسکین اور آسائشوں کا سامان تیار کرتا ہے وہاں پر دو دوسروں کے لیے بھی کسی نہ کسی طرح راحت کا سامان بن رہا ہوتا ہے۔ معاشرہ بنیادی انسانی ضرورتوں کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔ معاشرہ و انسانی زندگی کی ابتدا بھی ہے اور اس کی زندگی کی انتہا بھی معاشرہ ہی ہے۔ معاشرہ کے بغیر انسانی زندگی کا تصور ادھورا اور نامکمل ہے۔ انسان کا وجود مادی ہے اور اس کے لیے مادی وسائل کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ یہ وسائل اکیلے انسان کے بس کی بات نہیں کہ ان کو تلاش کرے اور ان کو استعمال کرے۔ پروفیسر خالد وناہید "انسانی سماج" میں اس ضمن میں لکھتی ہیں:

"انسان کی بنیادی ضروریات خوراک اور لباس وغیرہ ہیں۔ ابتداء میں انسان پھل کھا کر اور درختوں کے پتوں سے جسم ڈھانک کر زندگی بسر کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف وسائل معلوم ہو گئے اور انسان اوزار اور آلات بنانے لگا۔ تقسیم کار عمل میں آئی۔ جوں جوں انسانی ضروریات بڑھتی چلی گئیں انسان کو ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور آپس میں متحد ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ اس طرح ضروریات کی تکمیل کی بناء پر جماعتی زندگی میں تنظیم سازی شروع ہونے لگی۔ انسان ایک دوسرے سے وابستہ ہونے لگے اور ایک خاص معاشرتی ترکیب ترتیب پانی شروع ہو گی جس نے آگے چل کر ایک ٹھوس اور مضبوط معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آج کا تہذیب یافتہ جدید معاشرہ اس قدیمی معاشرے کی ترقی یافتہ شکل ہے۔"[19]

متمدن تہذیب اور موجودہ زمانے میں معاشرہ کے بغیر زندگی کا تصور بے معنی سالگتاہے اور اس بے معنی تصور کی تحمیل صرف اور صرف معاشرتی زندگی کے ذریعے ہی سے ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ آج کا انسان اپنی ضروریات کو اکیا پورا نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ اس کے بس میں ہے کہ وہ تمام اشیاء کے حصول اور ان کی پیداوار میں کفالت حاصل کرے۔ موجودہ دور میں ہر انسان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ زندگی کے تمام لوازمات کو خود ہی بغیر کسی دوسرے کی مدد کے حاصل کر سکے۔ پتھر دور میں اس بات کو ممکن کہا جا سکتا ہے آج کے متمدن اور ترقی یافتہ دور میں اس کا تصور محال ہے۔

2- قرابت داری

معاشرہ کی اکائی خاندان ہے۔ خاندان کی وسیع شکل معاشرہ ہے۔ خاندان کے بعد برادری، قبائل وجود میں آئے اور گروہی زندگی شروع ہوئی۔ گاؤں دیہات بننا شروع ہوئے۔ مختلف علاقوں میں مختلف معاشرتی تنظیموں نے جنم لینا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے خاندان بڑھتے چلے گئے ویسے ویسے قرابت داری میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ لوگوں نے آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی تنظیم سازی کا عمل بھی تیز کر دیا۔ قرابت داری کا دائرہ ہر زمانے میں بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ جدید ریاستوں کی شکل میں آزاد اور خود مختار دور اور ریاستوں کی ابتدا ہوئی۔ قرابت داری کے احساس نے لوگوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، اعتماد اور بھروسے کی فضا کو پیدا کیا۔ قرابت داری کی اہمیت کے حوالے سے اور اس کی معاشرتی ضرورت کے بارے میں پروفیسر خالدہ ناہید "انسانی سماج" میں اس ضمن میں لکھتی ہیں۔

[19] ناہیدہ خالد، انسانی سماج، اردو اکیڈمی دہلی رجسٹرڈ کمل پرکاشن لمٹیڈ، 2012ء، ص 23

"روئے زمین پر بسنے والے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں تو اس عمومی رشتہ انسانیت اور آدمیت کے لحاظ سے سب ذاتی طور متحد اور ایک ہی صف میں کھڑے ہیں، تاہم مختلف علاقوں اور زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کی وجہ سے، ان میں آپس میں مختلف برادریاں، قرابت داریاں اور حیثیتیں قائم ہو گئیں، چناں چہ وہی اولاد آدم مرد و عورت کیشکل میں کہیں شوہر بیوی کی حیثیت رکھتے ہیں، تو کہیں باپ اور بیٹی کی، کہیں ماں اور بیٹے کی تو کہیں حاکم اور محکوم کی وغیرہ وغیرہ "[20]

الغرض تمام افراد کا آدمیت کے اعتبار سے متحد ہونے کے باوجود حیثیت اور نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہونا، ایک حسین امتزج ہے، جو برائے افتراق و تفریق نہیں بلکہ برائے زینت، مصلحت ہے۔ برائے زینت اس طرح کہ جیسے کسی باغ و چمن کی زیبائش مختلف النوع پھولوں سے ہے، اسی طرح چمن انسانیت کی زینت مختلف النوع افراد سے ہے۔ اور برائے مصلحت اس طرح کہ برادریوں کے اختلاف سے افراد کی شناخت اور تعارف حاصل ہوتا ہے۔ اگر برادریاں مختلف نہ ہوتیں تو لاکھوں کروڑوں انسانوں میں ہم نام لوگوں کی شناخت کیسے ہو سکتی تھی۔ معاشرتی زندگی کی تنظیم میں قرابت داری کا بہت اہم حصہ۔ ایک خاندان یا قبیلہ نے مل جل کر زندگی گزارنا شروع کر دی تو اس معاشرتی گروہ میں قرابت داری نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

3- مذہب

معاشرہ کی تنظیم سازی میں مذہب بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ مذہب لوگوں کی سوچ اور فکر و عمل میں یکسانیت اور یک جہتی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ مذہب کے ذریعہ سے معاشرہ کے افراد میں اخوت و بھائی چارہ کی فضا بھی قائم ہوتی ہے۔

مذہب کا اثر پوری کی پوری انسانی زندگی پر ہوتا ہے۔ مذہب افراد کے مابین تعاون کو بھی فرغ دیتا ہے۔ مذہب انسانی زندگی کو درپیش مسائل کا حل بتاتا ہے اور گروہی زندگی کو آسان بناتا ہے۔ گروہی زندگی میں مذہب ہی ہے کہ جس کی بدولت معاشروں میں بھلائی اور خیر کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ مذہبی یکسانیت نہ صرف موجودہ زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتی ہے بلکہ آنے والی زندگی کے حوالے سے مسائل و مشکلات کا بھی ازالہ بھی کرتی ہے۔

انسانی جبلتیں من مانی کرنا چاہتی ہیں، چونکہ اس سے انتشار پھیلتا اور اجتماعیت مجروح ہوتی ہے اس لیے ہر معاشرہ ان پر مختلف پابندیاں عائد کرتا ہے۔ انسان نے اپنے طویل ارتقائی سفر کے دوران ان پابندیوں کو دو طریقوں سے نافذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے پہلا رستہ معاشرہ اور اس کے ادارے ہیں جو انسانی جبلتوں کو حدود میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاہم معاشرہ فرد کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتا اور ایسے لمحات ہر کسی کو میسر آجاتے ہیں جب سماجی دباؤ سے عارضی نجات مل جاتی ہے، ایسے وقت میں انسانی جبلتیں ایک بار پھر ابھر کر اپنا کھیل کھیل جاتی ہیں۔ اس سے نمٹنے کے لیے مذہب کام آتا ہے جو ایک ایسی ہستی کا تصور پیش کرتا ہے جو نہ صرف انسان کے ایک ایک لمحے سے آگاہ ہے بلکہ وہ اچھائی کا صلہ اور برائی کی سزا دینے پر قادر بھی ہے اور ایسا کرنا اس کے پلان میں بھی شامل ہے۔

جبلتیں بہت طاقتور اور عیار قوتیں ہیں جن پر کمزور سی عقل کے پہرے بٹھانا اکثر اوقات ممکن نہیں رہتا۔ یہ اپنی من مانی کرنے کے ہزاروں حیلے اور بہانے اپنی زنبیل میں تیار رکھتی ہیں اور موقع ملتے ہی اپنا کام دکھا جاتی ہیں۔ البتہ ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اکثر یہ معاشرے اور مذہب کو ہی اپنے مطلب کے لیے استعمال کر جاتی ہیں۔ کلیم اللہ " سماج کا ارتقاء اور ثقافت " میں کچھ اس طرح سے مذہب کی معاشرتی اہمیت کو بیان کرتے ہیں:

"معاشرہ کی تنظیم سازی اور اتحاد میں مذہب بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ مذہب لوگوں کی سوچ اور فکر و عمل میں یکسانیت اور یک جہتی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ گروہی زندگی میں مذہب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مذہب نہ صرف مادی مسائل کا حل ہے بلکہ ایک منظم اور باوقار زندگی کی نوید بھی ہے۔ مذہب اخلاقی اصولوں اور قواعد و ضوابط کا مجموعہ ہے۔ مذہب پرانے زمانے سے لے کر آج تک کسی نہ کسی صورت تک موجود رہا ہے اور افراد کی روحانی اور مادی ضروریوت کی تکمیل کا باعث بنتا رہا ہے۔"[21]

مذہب نے بڑی حد تک نسل انسانی کو بڑی حد تک جوڑے رکھا ہے۔ انسان کو یک جہتی کا درس دیتا ہے اور باہم یگانگت کو انسان کے لیے لازم اور حد ضروری قرار دیتا ہے۔ اسی لیے انسان ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ مل کر معاشرتی تنظیم کی بنیاد رکھتا ہے جو ایک جیسے عقیدے کو ماننے والے ہوتے ہیں۔ مذہب نہ صرف معاشرے کے لیے یکسانیت اور یک جہتی کا باعث بنتی ہے بلکہ یہ آنے والی نسل انسانی میں قدر مشترک ہونے کے باعث نظم و ضبط برقرار رکھتی ہے۔

4- امن و حفاظت کی ضرورت

---

[20] ناہید خالد، انسانی سماج، ص 26

[21] کلیم اللہ، سماج کا ارتقاء اور ثقافت، سنگم پبلشرز لاہور، س 2014ء، ص 34

ابتدا میں انسانی زندگی بڑی سادہ تھی۔ لوگوں کے پاس لوازمات زندگی بہت محدود اور مختصر ہوا کرتے تھے۔ سادہ خوراک، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی وقتی اور جزوقتی ہوتی تھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی سوچ میں تبدیلی آئی۔ زمانے میں ترقی ہوتی چلی گئی اور اس کے ساتھ وسائل معاش بھی بڑھتے گئے اور ان کے بڑھنے سے انسانی زندگی میں انواع واقسام کے لوازمات آنے شروع ہوئے۔ دولت کی ریل پیل اور چمک دھمک بڑھنے لگی۔ انسانی ماحول اور معاشرہ میں اندرونی اور بیرونی مسائل بڑھنے لگے۔ لوگوں کو اپنے وسائل اور ماحول کے ساتھ ساتھ اپنی جان کی حفاظت کی فکر بھی لاحق ہوئی۔ اکیلے انسان کو اندرونی اور بیرونی ماحول میں خطرات لاحق ہونے لگے تو اس نے معاشرتی تنظیم میں زندگی کو پرامن پایا۔ گویا معاشی اور جانی وسائل کو تحفظ دینے کے لیے معاشرہ کا قیام ممکن بنایا گیا اور معاشرتی اشتراک اور تعاون کو فروغ دیا گیا۔۔ کلیم اللہ "سماج کا ارتقاء اور ثقافت" میں کچھ اس طرح امن و حفاظت کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں:

"اگر انسان اکیلا رہے تو اسے بیرونی طاقتیں مثلاً جغرافیائی حالات، دشمن یا جنگلی جانور وغیرہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور وہ پورے طور پر اپنا تحفظ نہ کر پائے گا۔ لیکن اگر وہ دوسرے انسانوں کے اشتراک میں زندگی گزارتا ہے تو اسے نقصان پہنچانا مشکل ہے اور طبی و نفسیاتی طور پر وہ خود کو زیادہ محفوظ خیال کرے گا۔ اس کے لیے معاشرہ کی بنیاد تحفظ قرار پائی۔ انسان نے شروع میں ان ضرورتوں کو قدرتی وسائل سے پورا کیا، پھل کھائے، پتے اور جھاڑیوں کو بدن ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا اور قدرتی نغاروں میں پناہ لی۔ پھر انسان نے جانوروں پرندوں کا شکار کرنا سیکھ لیا ان کی کھال کو اپنا پہناوا بنایا، درختوں کے درمیان جھاڑیوں اور ٹہنیوں کی مدد سے جھونپڑیاں بنانا سیکھ لیا۔ ابتدا میں انسان یہ سب کام اپنے لئے کرتا تھا پھر جب مختلف لوگ مختلف کاموں میں ماہر ہونے لگے تو بقائے باہمی کے لیے ایک دوسرے کے کام کرنے لگے۔ ایک دوسرے کے کاموں کا معاوضہ بھی کام کرکے ادا کیا جاتا تھا۔ پھر جب مال واسباب جمع ہونے شروع ہوئے تو ایک نئی سوچ سامنے آئی۔ یہ سوچ طاقت سے کام کروانے کی سوچ تھی، طاقت ور کمزور سے زبردستی مشقت لینے لگا غلام بنائے جانے لگے لڑائیاں اور جنگیں ہونے لگیں۔ جس علاقے میں بدحالی قحط سالی آتی فوراہی ہمسایہ علاقہ پر حملہ کرکے وہاں کے مال واسباب اجناس پر قبضہ کر لیا جاتا۔ یہ طاقت کا قانون آج بھی شکلیں بدل کر انسان میں انفرادی، برادری، قوم اور ملک کی سطح پر موجود ہے۔ طاقت کو اپنی معاشی ترقی کیلئے استعمال کرنے والے بحر حال بدامنی پیدا کرتے ہیں۔"[22]

امن و سلامتی اور سماجی استحکام انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے، یوں تو غذا، لباس اور مکان بھی انسانوں کے لئے اہمیت رکھتے ہیں لیکن معاشرہ کو سماجی استحکام اور امن و سلامتی کی ان سے بھی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے اور اس ضرورت نے بنی نوع انسان کو ایک دوسرے کے قریب کیا تاکہ وہ ایک دوسرے کے ذریعہ سے اپنی جان اور عزت و آبرو کا تحفظ یقینی بنائیں۔

5-تہذیب وثقافت کی حفاظت:

انسان کی خواہش ہے کہ وہ دنیا میں اپنا رہن سہن، رسم ورواج، تہذیب وثقافت اور اپنا علم وفن اور ہنر اپنی آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑ کر جائے۔ ہر انسان اپنی نسل کے لیے بہترین سے بہترین علمی وادبی سرمایہ چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔ تہذیب وثقافت کی اگلی نسل تک منتقلی نے مختلف علوم وفنون کو پروان چڑھایا ہے۔ معاشرہ کی مدد کے بغیر انسانی علوم اور انسانی ثقافت کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ ثقافت کے دوسرے پہلو جو نہاں ہیں جو کہ ہماری تقدیر طے کرنے میں مؤثر ہوتے ہیں ثقافت معاشرے کی ساخت، جسم یا ڈھانچے میں روح اور جان کا درجہ رکھتی ہیں اسی طرح ثقافت کے باطنی پہلو ثقافت کے ظاہری پہلو میں روح کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور جب ثقافت کا ذہنی یا باطنی پہلو کمزور ہو جاتا ہے تو معاشرے کی پوری ساخت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے اگر کسی قوم پر غلبہ حاصل کرنا ہو انہیں غلام بنانا ہو، ان کے مال و دولت پر قبضہ جمانا ہو تو سب سے مؤثر طریقہ ان کی سوچ و فکر یعنی روح پر غلبہ حاصل کرنے کا ہے اس کے ذریعے ان کے جان ومال، عزت و آبرو، تہذیب وثقافت یہاں تک کہ ان کے عقائد پر بھی غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔ پروفیسر مفتی محمد احمد اپنی کتاب "تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید" میں تہذیب وثقافت کی حفاظت کے بارے میں کچھ اس طرح سے بیان فرماتے ہیں:

جس طرح معاشرتی تنظیم میں دوسرے عناصر اہم کردار ادا کرتے ہیں اسی طرح ثقافتی عناصر بھی انسان کو معاشرتی تنظیم قائم کرنے پر آمادہ و مجبور کرتے ہیں۔ انسان ان انسانوں کے ساتھ مل کر رہتا ہے جو ثقافتی اعتبار سے اس کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ ایسے افراد جن کا مذہب اور اس سے متعلقہ رسومات خاندان اور شادی کی قسمیں، لباس اور ان کے پہننے کے طریقے رہن سہن اور دوسرے معاشرتی ادارے یکسانیت و مماثلت رکھتے ہوں وہ ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور آپس میں مل جل کر رہنے سے زیادہ خوشی اور تسکین محسوس کرتے ہیں۔ ثقافت انسانی کارناموں کا مجموعہ ہے اس لیے انسان ایسے گروہوں میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے جن کی ثقافت اس کے آباواجداد کے

[22] کلیم اللہ، سماج کا ارتقاء اور ثقافت، ص 74

کارناموں کی آئینہ دار ہو۔ معاشرہ اپنا جداگانہ روایات تہذیب وتمدن اور ثقافت رکھتا ہے اور کسی بھی خطے، قوم یا ملک کی تہذیب وثقافت نہ صرف اس کی تاریخی ترجمان ہوتی ہے۔ بلکہ کوئی بھی معاشرہ اپنی تہذیب وثقافت کے تحفظ کے بغیر اپنی تاریخ سے منسلک نہیں رہ سکتا"[23]

گویا معاشرہ نہ صرف ثقافت کو تحفظ دیتا ہے بلکہ ایک عظیم عملی وادبی کام کو محفوظ کرتا ہے بلکہ ایک معاشرہ اور کلچر اور تہذیب کے اعلی مظاہر اسکی خصوصیات، طرز فکر، نظام اخلاق، علم وادب، اسکا دینی نظریہ، زبان، رہن سہن، رسم ورواج فن تعمیر، روایات لباس اور طرز حیات میں نظر آتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جو ایک قوم کو بہادر، شجاع و غیور، غیرت مند قابل فخر اور خود مختار بنا دیتی ہیں اور ان کا فقدان قوم کو حقیر، غلام اور بزدل بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ انکی شناخت تاریخ کے اوراق سے مٹ جاتی ہے۔

6-جغرافیائی عناصر

معاشرہ کو منظم کرنے میں اور مختلف اصول وضوابط کا پابند بنانے میں جغرافیائی عوامل اور عناصر نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوا تو انسان کی ضروریات میں بھی اضافہ ہونے لگا اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لوگوں نے ایسے علاقوں کا رخ کرنا شروع کر دیا جہاں پر ان کی زندگی کی تمام ضروریات آسانی سے دستیاب تھیں۔ انسانی تہذیب کا بغور جائزہ لیا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ جتنی بھی بڑی بڑی تہذیبوں نے جنم لیا ان میں ایک قدر مشترک یہ بھی تھی کہ وہ لوگ زمین کے ان علاقوں اور خطوں میں آباد ہوتے جہاں کی آب وہوا مناسب ہوتی، بارش، دھوپ اور پانی وافر دستیاب ہوتا۔ زمین زرخیز ہوتی اور فصلیں اگانے کے لیے مناسب ہوتی۔ جن علاقوں میں آمد ورفت آسان ہوتی وہاں پر انسانی آبادی تیزی سے بڑھتی اور اس میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ خانہ بدوشانہ زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان بہتر سے بہترین وسائل کی تلاش میں لگا رہا۔ معدنیات نے بھی اس سلسلے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ دھاتی اشیاء کی تیاری کے لیے معدنیات پر ہی انحصار کیا جاتا تھا۔ جنگ وجدل کے لیے اور اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ کی اشد ضرورت کو دھاتی معدنیات سے متمدن اور ترقی افتہ دور میں بھی نانی زندگیاں علاقوں میں محفوظ اور پائیدار رہے جہاں انسان وماحول اور اس کے عوامل سے بظاہر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر اپنی کتاب "مطالعہ تہذیب" میں جغرافیائی عناصر کی معاشرتی اہمیت پر رقمطراز ہیں:

انسانی آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف حصوں میں اور خطوں میں اپنی اپنی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے جن جن خطوں میں اور حصوں آب وہوا اور زمین کی زرخیزی کو مناسب پایا وہاں پر رہائش رکھنا شروع کر دی۔ انسان نے جن علاقوں میں اپنے لیے ذرائع آمد ورفت اور معدنیات کے ذخائر وغیرہ ایسے عناصر تھے جن کی وجہ سے لوگوں میں یکسانیت پیدا ہوئی اور معاشرتی زندگی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس بات کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جغرافیائی عناصر معاشرہ کی تنظیم سازی میں اہم رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کسی خطہ زمین کی زرخیزی، موافق آب وہوا، شکار کے مواقع، جغرافیائی طور پر دشمنوں سے تحفظ آمد ورفت کی آسانی اور معدنیات کے ذخائر وغیرہ ایسے عناصر ہیں جو لوگوں کو ایک دوسرے سے مل جل کر رہنے کی آسانی اور مل جل کر رہنے پر مجبور و آمادہ کرتے ہیں
[24]"

جغرافیائی عوامل اور عناصر نے معاشرہ کی تنظیم سازی میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ انسان اپنے اپنے فوائد کے لیے ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور یوں معاشرے میں تعاون اور امداد باہمی کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ یقینی طور پر قدرتی عوامل اور وسائل پر اپنا حق جتانے کے لیے انسان ایک دوسرے سے برسرپیکار بھی رہے اور زمین کو انسانی خون سے سیراب کرتے رہے۔

7-آزادی

اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے عصر حاضر میں جتنا آزادی بشر کے بارے میں لکھا اور کہا جاتا ہے شاید ہی انسانی تاریخ کے کسی اور دور میں اس سلسلے میں گفت وشنید ہوئی مثالی معاشرے کی سب سے اہم اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر طرح کی آزادی سے مالا مال ہے اس میں زندگی گزارنے والے افراد اپنی ذاتی اور معنوی آزادی سے لیکر سیاسی آزادی پر مکمل اختیار رکھتے ہیں۔ معاشرہ کی تنظیم سازی در اس کا قیام بھی آزادی کے مرہون منت ہے۔ جو معاشرہ ہو گا اپنے عمل میں بھی آزاد ہو گا اور اسکی صلاحیتوں کا بہتر طور پر اظہار ہو گا۔ آزادی سے جسمانی آزادی بھی ہے اور ذہنی غلامی سے بھی آزاد سوچ کا نام آزادی ہے۔ انسانی ارتقاء آزادی سے وابستہ ہے۔ انسان آزاد ہو تو اس کی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں، اس کی شخصیت ابھرتی ہے اور تکمیل ذات کی طرف سفر اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے آزادی کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ دوسروں کی مرضی اس پر نہ چلے بلکہ وہ اپنے رجحان طبع کے مطابق کام کرنے اور زندگی گزارنے کیلئے آزاد ہو۔ آزادی کی یہ طلب اتنی شدید ہوتی ہے کہ بسا اوقات انسان آزاد ہونے یا آزاد رہنے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ آزادی کی اس طلب کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عملاً

---

[23] مفتی پروفیسر تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید، مکتبہ العارف فیصل آباد، س2014ء، ص67

[24] ڈاکٹر م ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، مطالعہ تہذیب طالعہ تہذیب، مکتبہ دار العلوم کراچی، س2003ء، ص23

آزادی سے محروم رہتی ہے۔ اس صورت حال کی دو بڑی وجوہ ہیں۔ ایک وجہ انسانوں کے درمیان ایسے افراد کی موجودگی ہے جو دوسروں پر اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں اور طاقت، تحریص یا فریب کے ذریعے انکی آزادی سلب کر لیتے ہیں۔ ایسے افراد کو یہ گوارا نہیں ہوتا کہ دوسرے انسان ان کے مساوی ہو جائیں بلکہ وہ ان کے سر اپنے آگے جھکانا چاہتے ہیں۔ ان متکبرین کی موجودگی کے علاوہ انسانوں کی آزادی سے محرومی کی ایک دوسری وجہ بھی ہے جس کا تعلق انسانی زندگی کے اجتماعی پہلو سے خالد فاروق بسرا "جدید تہذیب" میں کچھ اس طرح سے آزادی کی انفرادی و اجتماعی اہمیت کو بیان کرتے ہیں

"آزادی کا منفی تصور جس پر کہ معاشرہ ناگزیر پابند اں لگاتا ہے اس کے باوجود انسان کے پاس ایک ایسا علاقہ بخار رہتا ہے جس میں وہ اپنی خدائی کا اظہار کرنے کا موقع رکھتا ہے اور اپنے متعین کردہ اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکے۔ آزادی کے منفی تصور میں اس بات سے بحث نہیں کی جاتی کہ انسان اس کا دائرہ کار میں کسی قسم کی زندگی گزارے گا؟ بلکہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ معاشرتی اور ریاستی جکڑ بندیوں کے درمیان ایک ایسا علاقہ ضرور بچ رہنا چاہیے جس میں انسان جو چاہتا ہے وہ کر سکے اور کر بھی گزرے اور اس معاملے میں کسی کو جواب دہ بھی نہ ہو۔ وہاں علاقے میں چاہیے کچھ ہی کرے یہ وہ مقدس حق ہے جس کے اندر کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔"[25]

ہر انسان اپنا انفرادی وجود رکھتا ہے لیکن زندگی بہر حال وہ تنہا نہیں گزار تا بلکہ اسکی فطرت اور اسکی ضروریات دونوں اسے مجبور کرتی ہیں کہ وہ اجتماعی زندگی گزارے اور اجتماعی اداروں سے تعلق رکھے۔ ہوتا یہ ہے کہ بسا اوقات یہ اجتماعی ادارے انسان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں اور اسے حریت فکر و عمل سے محروم کر دیتے ہیں۔ انفرادی حقوق کا سارو معاملہ اس مقدس حق آزادی کا تحفظ ہے جس میں آزادی فکر و نظر، حق ملکیت، اظہار رائے وغیرہ شامل ہیں۔ آزادی کے اس تصور کے نتیجے میں پبلک اور پرائیویٹ زندگی کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اس تصور کے مطابق فرد اپنی نجی زندگی میں کسی کو بھی مداخلت کا حق نہیں دیتا

8-معاشی عناصر

معاشی ضروریات شروع سے ہی انسان سے لیے گوناں گوں مسائل و مشکلات کا باعث رہے ہیں۔ انسان نے اپنی معیشت کو سنوارنے اور درست کرنے کے لیے مختلف طریقے اور حیلے بہانے استعمال کیے ہیں۔ معاشی جدوجہد انسان کی طبعی سرگرمیوں میں شامل رہی ہے۔ انسان کو ہمیشہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو بڑھانے محفوظ کرنے اور اسے اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے اشتراک کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ انسان نے اپنی احتیاجات کی تسکین کے لیے معاشرتی نظم بندی اور تنظیم سازی اور اس کی ضرورت کو ہر دور میں ترجیح اور اہمیت دی ہے۔ معاشی ضروریات کی تحمیل کو معاشرتی تنظیم سازی کے بغیر انجام دینا مشکل امر ہے۔ معاشی عناصر بھی معاشرہ کی تنظیم سازی میں اہمیت کے حامل ہیں۔ انسان کی بے شمار خواہشات ہیں، جو دنیا میں پیدا ہوتے ہی اس کے ساتھ ہو لیتی ہیں، اور آخری دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑ تھیں۔ قدیم زمانہ میں یہ ضرورتیں بڑی سادہ اور مختصر تھیں لیکن تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ، ان میں اضافہ اور نیز نئی پیدا ہوتی گئی ہے۔ بنیادی طور پر تو ہمیں بھوک مٹانے کے لئے غذا تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا رہنے کے لئے مکان اعلاج کے لئے دوا اور تعلیم کے لئے کتاب درکار ہے، لیکن ان کے علاوہ انسان کو بہت سی چیزوں کی بھی ضرورت ہے جو آرام و آسائش بہم پہنچائیں اور تفریح و مسرت کا سامان مہیا کریں کسی بھی قوم کی معاشی اور معاشرتی ترقی کا انحصار انسانی وسائل پر ڈاکٹر خالد علوی "اسلام کے معاشرتی نظام" میں اس طرح سے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں۔

"افراد انسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے ایک دوسرے سے تعلق واشتراک رکھتے ہیں تا کہ وہ معاشی طور پر زیادہ خوشحال ہو سکیں نیز معاشی جدوجہد میں دوسروں سے تعاون کے ذریعہ سے وہ کام سرانجام دے سکیں جو ان کے لیے اور معاشرتی تنظیم سازی اور اس کی گروہی زندگی کو منظم کرے۔ انسان کے اندر مل جل کر رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک گروہ میں رہ کر آسانی سے ذریعہ معاش حاصل کر سکتا ہے اور اگر اکیلے رہ کر معاش کے لیے کوشش کرے، تو اسے بہت کی دشواریاں پیش آئیں گی۔ تمام ضروریات زندگی مہیا کرنا چونکہ فرد واحد کے بس کی بات نہیں، لہذا تقسیم کار وجود میں آتی ہے اور باہمی میل جول کے ذریعے مختلف احتیاجات پوری کی جاتی ہیں۔ اسی طرح معاشرتی تنظیم کی بنیاد پڑتی ہے۔"[26]

انسانی وسائل کسی بھی قوم کی دولت کی بنیاد تشکیل دیتے ہیں۔ سرمایہ اور قدرتی وسائل پیداوار کے معمولی عوامل ہیں، جب کہ انسان سرگرم عوامل ہیں جو سرمایہ اکٹھا کرتے ہیں اور قدرتی وسائل استعمال میں لاتے ہیں سماجی اور سیاسی تنظیمیں قائم کرتے ہوئے قومی ترقی کے عمل کو بہتر و تیز بنانے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ کسی ملک کا علم اور مہارتیں معاشی ترقی کے لئے استعمال کرنا بے شک خوشحال معاشرے کی ضمانت ہیں سماجی شعبے جیسا کہ تعلیم، صحت، علم کسی بھی ملک کی دیرپا معاشی ترقی کے اہم عناصر ہیں مختلف دہائیوں میں معاشی ترقی کے باوجود پاکستان میں ترقی کا معیار بہت پست نظر آتا ہے اس کی بڑی وجہ معاشی حلقوں میں کم سرمایہ کاری اور آبادی میں بلند شرح ہے۔

---

[25] بسراء خالد فاروق، جدید تہذیب، النور پبلیکیشنز لاہور، س2016ء، ص127

[26] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل نشران اردو بازار لاہور، س2009ء، ص22

9-ثقافتی مماثلت

حیوانات کی طرح انسان بھی گروہوں میں رہتا ہے لیکن انسانی گروہ کسی حد تک منظم ہوتے ہیں اور انہیں معاشرہ" کا نام دیا جاتا ہے ہر معاشرے کے ممبران کچھ ایسے امتیازی اور خصوصی طور پر کردار سرانجام دیتے ہیں جن کو کلی طور پر ان کی ثقافت" کا نام دیا جاتا ہے، ثقافت تاریخی طور پر تخلیق کیا ہوا زندگی گزارنے کا ایک خاکہ ہے اور افراد کے کردار کے لیے رہنما ثابت ہوتا ہے، ثقافت انسانی کردار کو سمجھنے میں مددگار ہوتی ہے اس طرح انسانی کردار کی گوناگونی اور متنوعات کو سمجھنے کے لیے ہر معاشرے میں ایک امتیازی ثقافت ہوتی ہے جو زندگی گزارنے کی تاریخی تنظیم سے اخذ کی جاتی ہے جس میں گروہ، قوم یا معاشرے کا ہر فرد شریک ہوتا ہے، ثقافت معاشرے کی پیداوار ہے اور مادی اور اخلاقی اقدار کا مجموعہ ہے جسے نوع انسان نے تاریخ کی وسعتوں میں اپنے معاشرتی عمل کے دوران حاصل کیا ہے جس میں تمام تجربات کے حاصلات شامل ہیں، اور جس کی تشکیل میں معاشرتی رشتوں کا احساس کارفرما ہوتا ہے، ثقافتی ترقی اس بات پر منحصر ہے کہ پیداواری قوتیں بدلتی ہوئی حالت میں پیدا ہونے والے تضادات کو دور کرتی ہیں یا نہیں؟ تمدن معاشرے کے خارجی مظاہر (معاشی اور سیاسی نظام) سے مرتب ہوتا ہے، اور ثقافت اس کا داخلی پہلو ہے، اس لیے ثقافت انسان کی ان سرگرمیوں کا نام ہے، جو محنت وکاوش کی لگن، معاشرتی شائستگی، جمالیاتی مسرت، روشن خیالی، طبقاتی شعور، جبر واستحصال کے خلاف نفرت، آزادی، تزکیہ نفس اور ارفع آدرش کے حصول کی آرزو بخشتی ہیں اور اس کے فکر واحساس اور تخلیقی صلاحیتوں کی تربیت کرتی ہیں، ظاہر ہے کہ ان سرگرمیوں میں فنون لطیفہ، ادب، علم وفلسفہ اور دیگر سرگرمیاں شامل ہیں۔ سید محمد قطب شہید رحمہ اللہ اس سلسلے میں یوں بیان فرماتے ہیں:

"انسانیت کے نقطہ نظر سے" مہذب اور غیر مہذب" ثقافت میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا ایک مہذب (علم وآرٹ میں ترقی یافتہ) معاشرہ اسی طرح ثقافت رکھتا ہے جس طرح غیر مہذب (علم وآرٹ وادب وغیرہ میں غیر ترقی یافتہ معاشرہ) کسی معاشرے کے ثقافتی اثاثے میں کھیتوں کھلیانوں اور صحراؤں میں گائے جانے والے گیت بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں جتنی تربیت یافتہ موسیقاروں اور گلوکاروں کے بڑے بڑے ہالوں میں گائے جانے والے گانے۔ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ہر معاشرتی گروہ اپنی ایک ایسی امتیازی ثقافت رکھتا ہے جو اس کو دوسرے معاشرتی گروہوں سے ممیز کرتی ہے، جب ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر بستا ہے تو اکثر ان کی ضرورتیں اور ان کی حاجتیں، ان کی غذائیں اور ان کی پوشاکیں ان کی معلومات، خیالات ان کی مسرت کی باتیں اور ان کی نفرت کی چیزیں سب یکساں ہوتی ہیں اور اسی لیے برائی اور اچھائی کے خیالات بھی یکساں ہوتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے تبدیل کرنے کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی ہے اور یہی مجموعی خواہش کا تبادلہ اس قوم یا گروہ کی تہذیب کہلاتا ہے"[27]

ثقافت محض تفریح، ناچ گانا یا کوئی تماشہ گری نہیں بلکہ بہت ہی سنجیدہ انسانی عمل ہے، جو ایک مثبت فلسفہ حیات رکھتی ہے یہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سرگرمیاں محض ذریعہ ہیں خود مقصد نہیں ہیں، اس لیے فنون لطیفہ، ادب اور علم وفلسفہ کو محض مجرد خیالات پر مبنی اور معاشرتی اور سیاسی مافیہ سے عاری نہیں ہونا چاہیئے اور تمام ثقافتی سرگرمیوں کو جمالیاتی اقدار اور معاشی وسیاسی اقدار کا حسین امتزاج ہونا چاہیئے تاکہ وہ انسان کے ظاہر وباطن کی تربیت ہمہ گیر انداز میں کر سکے، ایسی ہی سرگرمیاں فرد میں اجتماعیت کا احساس پیدا کرتی ہیں، اسے پاکیزگی اور مقصدیت سے ہمکنار کرتی ہیں اس کے جذبات واحساسات کو ارفع بناتی ہیں، اسے رواداری اور وسیع القلبی عطا کرتی ہیں، اسے آدمی کے احترام محبت اور انسان دوستی کا سبق دیتی ہیں، جبر واستحصال سے نفرت سکھاتی ہیں، اور اس میں طبقاتی شعور کی شائستگی اور انسانیت پیدا کرتی ہیں، ایسی ہی ثقافت مساوات اور آزادی کی ثقافت ہوتی ہے جسے آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا چاہیے۔

10-حیاتیاتی عناصر

اسے نسلی عامل بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں رنگ، نسل، زبان اور تمام تروراثتی اور نسلی صلاحیتیں، عادتیں اور خصوصیات شامل ہیں جو کہ رسم ورواج کی صورت میں نسل در نسل چلتی ہیں۔ ابن خلدون کہتا ہے:

کسی خاندان کے اوصاف چار پشتوں تک چلتے ہیں۔ کوئی خاندان مسلسل شرف ونسب کا مالک نہیں رہتا۔ شرف وحسب کی زندگی وبقاء کے لیے چار پشتوں کی حد کا قاعدہ کلیہ نہیں، کوئی خاندان اپنا شرف چار پشتوں تک بھی برقرار نہیں رکھ سکتا اور کوئی خاندان یہ سلسلہ پانچویں اور چھٹی پشت تک کھینچ کے جاتا ہے لیکن یہ چار پشتوں کے بعد زوال ضرور شروع ہو جاتا ہے"[28]

ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر" مطالعہ تہذیب میں اس بات پر کچھ اس طرح سے روشنی ڈالتی ہیں۔

---

[27] محمد قطب، سید، شہید، انسانی زندگی میں جمود اور ارتقاء (مترجم: ساجد الرحمن صدیقی) ص 318

[28] ابن خلدون، عبد الرحمن، علامہ، مقدمہ ابن خلدون (مترجم: راغب رحمانی)، نفیس اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی س 2001ء ص 249،

”اس قسم کے نسلی نظریات کوئی مانے یا نہ مانے لیکن اس امر سے انکار دشوار ہے کہ یہ عامل تکوین تہذیب کا باعث ہوتا ہے۔ کسی خاندان یا قبیلے یا نسل میں احساس کمتری یا احساس برتری کے مہلک جراثیم اس عامل کے پیدا کردہ ہیں جس کا اثر ان کے پورے نظام حیات پر پڑتا ہے۔ گویا ایک طرف تو یہ عامل کچھ خیالات و افکار اور کچھ عادات و اطوار اپنے آنے والی نسل کو دیتا ہے جس سے خیالات کی ایک خاص فضا پیدا ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ عنصر کسی بھی اجنبی کی شناخت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔“

مختلف خاندان یا قبیلے یا نسلیں اپنی جبلی عاتوں، خصلتوں اور قابلیتوں سے تکوین تہذیب کا باعث ہوتی ہیں۔ جس طرح جغرافیائی عامل کسی تہذیب یا معاشرہ کو مقامی رنگ عطا کرتا ہے اسی طرح حیاتیاتی عنصر کسی تہذیب یا معاشرہ کو کسی دوسری تہذیب سے نمایاں اور ممتاز کرتا ہے۔ جس طرح جغرافیائی عناصر کسی تہذیب کو خاص پہچان اور شناخت عطا کرتے ہیں اس طرح حیاتیاتی عناصر بھی کسی ایک معاشرہ اور تہذیب کے فرد کو دوسرے معاشرہ اور تہذیب سے الگ کر دیتے ہیں۔ مختلف علاقوں اور خطوں میں بسنے والے افراد کو ایک دوسرے سے الگ حیثیت دینے میں یہ عناصر بہت کار فرما ہے ہیں۔

خلاصہ تحقیق

عربی لغت میں "معاشرہ" کا لفظ "عاشرہ" اور معاشرۃً سے ماخوذ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر رہنا ہے۔ معاشرہ ایک انسانی اکائی یا افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن کی ضروریات زندگی کی تکمیل ایک دوسرے سے مربوط اور مستحکم سماجی روابط کے بغیر ممکن نہ ہو۔ معاشرہ کی لفظی وضاحت کرنے سے یہ ضروری نہیں کہ معاشرے کے افراد کا تعلق ایک ہی نسل، ذات یا مسلک سے ہوگا۔ جب بھی ہم کسی خاص جماعت یا مذہب سے جڑے ہوئے معاشرے کی تاریخ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو عموماً ہم معاشرے کے ساتھ اضافت کی نسبت دی جاتی ہے مثلاً مسلم معاشرہ، غیر مسلم معاشرہ، مدنی معاشرہ، عربی معاشرہ وغیرہ۔ مسلم معاشرہ ہمیں ایک بے مثال اور فلاحی معاشرہ فراہم کرتا ہے جس میں معاشرے کی بنیادی مشترکہ حاجات زندگی کے نظریے کو بہتر بنانے کے لیے بھائی چارہ اور لوگوں کی فلاح و بہبود کی قید لگاتا ہے۔ معاشر و یعنی سوسائٹی کثیر التعداد بنی نوع انسان کی جماعتی زندگی ہے جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی، حصول مقصد اور فلاح و بقا کے لیے دوسروں سے سابقہ پڑتا ہے اور جس ماحول سے کسی فرد یا بشر کو مفر نہیں معاشرہ کہلاتا ہے، اس میں ہر فرد اپنی جگہ اسی طرح گروہ، جماعت یا معاشرہ کا جز اور حصہ ہوتا ہے۔ فرد کو اپنی ضروریات زندگی کے لیے دوسرے لوگوں یعنی معاشرے سے وابستہ رہنا پڑتا ہے۔ معاشرہ قدرت کا تشکیل کردہ ہے۔ معاشرہ خاص گروہ کے لیے کسی محدود اور مخصوص مقصد کی ایجاد نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں دور دراز علاقوں میں بسنے والے لوگوں کے باہمی روابط و اختلاط اور تعلقات پر استوار ہوتا ہے۔

نتائج و فوائد

اس تحقیقی مقالہ کے فوائد و نتائج حسبِ ذیل ہیں:

1. لفظ "معاشرہ" کا لفظ "عاشرہ" اور معاشرۃً سے ماخوذ ہے جس کا معنی باہم مل جل کر رہنا ہے۔
2. معاشرہ ایک انسانی اکائی یا افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جن کی ضروریات زندگی کی تکمیل ایک دوسرے سے مربوط اور مستحکم سماجی روابط کے بغیر ممکن نہ ہو۔
3. ضروری نہیں کہ معاشرے کے افراد کا تعلق ایک ہی نسل، ذات یا مسلک سے ہوگا۔
4. معاشرہ کی تعریف میں جب بھی ہم کسی خاص جماعت یا مذہب سے جڑے ہوئے معاشرے کی تاریخ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو عموماً ہم معاشرے کے ساتھ اضافت کی نسبت دی جاتی ہے مثلاً مسلم معاشرہ، غیر مسلم معاشرہ، مدنی معاشرہ، عربی معاشرہ وغیرہ۔
5. مسلم معاشرہ ہمیں ایک بے مثال اور فلاحی معاشرہ فراہم کرتا ہے جس میں معاشرے کی بنیادی مشترکہ حاجات زندگی کے نظریے کو بہتر بنانے کے لیے بھائی چارہ اور لوگوں کی فلاح و بہبود کی قید لگاتا ہے۔
6. مسلم معاشرہ کا آغاز اس کی ضرورتوں کے تحت ہوا ہے۔ اور ارتقاء انسان کو منظم انداز میں زندگی گزارنے کے لیے مختلف حاجات اور ضروریات سے واسطہ پڑتا ہے۔
7. مسلم معاشرہ کا ارتقاء یہ ہے کہ ان ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہم معاشرتی زندگی کو منظم کرتا رہا اور اس کی تعمیر و تشکیل کرتا رہا ہے۔

تجاویز و سفارشات

اس موضوع سے متعلق تجاویز و سفارشات حسبِ ذیل ہیں:

1. معاشرہ کسی بھی ملک و قوم کی پہچان ہوتی ہے نسلِ نو کو اس کا تعارف پیش کیا جائے۔
2. مسلم معاشرہ کا تعارف غیر مسلم اقوام کے سامنے پیش کیا جائے۔
3. مسلم معاشرہ کا آغاز عہد نبوی ﷺ سے ہوا اس کو نسل نو کے سامنے رکھا جائے۔

4. مسلم معاشرے کا ارتقاء وقت کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولوں کے مطابق ہوا، اس کو نصاب میں شامل کیا جائے۔
5. خصائص مصطفیٰ ﷺ سے متعلق عوامی شعور بیدار کرنے کے لئے خاندانی سطح پر بھی معلومات فراہم کی جائیں۔
6. مسلم معاشرہ اور دیگر معاشروں کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے۔
7. مسلم معاشرہ کی تفہیم کیلئے اس کو مزید عام فہم بنا کر پیش کیا جائے۔
8. مسلم معاشرہ کا آغاز وارتقاء کے مضامین اخبارات میں شائع کئے جائیں تاکہ ایک عام قاری جس کی اخبار تک رسائی حاصل ہے اس تک یہ تحقیقی کام پہنچ سکے۔
9. حکومتی اور پرائیویٹ سیکٹر میں مسلم معاشرے اور اسکی اہمیت سے متعلق تعلیمی اداروں میں متاثر کن سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کی جائے۔
10. ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلم معاشرے سے متعلق عوام میں شعور و آگاہی کے لئے جدید نشریاتی نظام انٹرنیٹ یوٹیوب ، ٹی وی اور کیبل کو استعمال میں لایا جائے۔

مصادر ومراجع

القرآن

اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز اینڈ سنز لاہور، س 1968ء

ان خلدون، عبد الرحمن، علامہ، مقدمہ ابن خلدون (مترجم: راغب رحمانی)، نفیس اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی س 2001ء

بسراء خالد فاروق، جدید تہذیب، النور پبلیکیشنز لاہور، س 2016ء

بلیاوی، عبد الحفیظ، ابو لفضل، مصباح اللغات، مادہ: ع ش ر، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار، لاہور

جامع اردو انسائکلوپیڈیا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1998ء

چیمہ، غلام رسول، پروفیسر، اسلام کا عمرانی نظام، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز لاہور ہی 2012ء

خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل نشران اردو بازار لاہور، س 2009ء

دہلوی، تاج محمد، لغات القرآن، مکتبہ خیر کثیر کراچی، س، 1985ء

ڈاکٹر م ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، مطالعہ تہذیب طالعہ تہذیب، مکتبہ دار العلوم کراچی، س 2003ء

فیروز اینڈ سنز، فیروز اللغات، فیروز اینڈ سنز لاہور، س 1989ء 1099

فیروز اینڈ سنز، فیروز اللغات، فروز اینڈ سنز لاہور، ص 1989ء

قاضی، زین العابدین، قاموس القرآن، دارالاشاعت کراچی، س 1977ء

کلیم اللہ، سماج کا ارتقاء اور ثقافت، سنگم پبلشرز لاہور، س 2014ء

مالک بن أنس بن مالک بن عامر الأصبحي، موطامالک، ماجآء في حسن خلق، بیروت، لبنان، 1425ھ

محمد قطب، سید، شہید، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، انسانی زندگی میں جمود اور ارتقاء، مقبول اکیڈمی، سرکلر روڈ، لاہور، 1996ء

مرتضیٰ مطہری، انسان کامل (اردو ترجمہ) تعلیمات اسلامی، کراچی، 2003

مفتی پروفیسر تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید، مکتبہ العارف فیصل آباد، س 2014ء

مہذب لکھنوی، مہذب الغات، نیو محل منصور نگر اردو بازار لکھنو انڈیا، ص 1981ء

ناہیدہ خالد، انسانی سماج، اردو اکیڈمی دہلی رجسٹرڈ کمل پرکاشن لمٹیڈ، 2012ء

ندیم افضل، اسلامی وغیر اسلامی طرزِ معاشرت ایک تقابل، مکتبہ جدید پریس لاہور 1998